قسط : 1

کمپنیوں کی محدود ذمہ داری کی شرعی حیثیت اور جواز میں مولانا تقی عثمانی مدظلہ کے دیے گئے دلائل کا جواب

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب ﴾

کسی کمپنی کے لمیٹڈ ہونے یا اُس کی ذمّہ داری کے محدود ہونے سے مراد یہ ہے کہ کمپنی میں سرمایہ کاری کرنے والے صرف اپنے لگائے ہوئے سرمایہ تک ذمّہ دار ہوں گے اِس سے زیادہ کے ذمّہ دار نہ ہوں گے۔ لٰہذا اگر کمپنی کبھی دیوالیہ قرار پائے اور اُس پر قرض اُس کے تحلیل شدہ اَثاثوں سے زیادہ ہوں تو قرض دہندگان کو اَثاثوں سے زائد قرضوں سے محروم رہنا پڑے گا۔ زیرِنظر مضمون میں کمپنی کی اِس محدود ذمّہ داری کی حقیقت اور اِس کی شرعی حیثیت سے بحث کی گئی ہے۔ (عبدالواحد غفرلہٗ)

بِسْمِ اللّٰہِ حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا

بادی النظر میں ہی کمپنیوں کی محدود ذمہ داری کا تصور اسلام سے مطابقت نہیں رکھتا کیونکہ اس میں بندوں کے حقوق ضائع ہوتے ہیں۔ جناب مولانا تقی عثمانی مدظلہ کی اس کے جواز کے حق میں لکھی گئی دو قدرے مفصل تحریریں ہمیں پڑھنے کو ملیں۔

1- ایک اُردو میں جو اُن کی کتاب ''اسلام اور جدید معیشت و تجارت'' میں کمپنی پر ایک نظر شرعی حیثیت سے'' کے عنوان سے ص 79 تا ص 83 موجود ہے۔

2- دُوسری انگریزی میں جو اُن کے صاحبزادے مولوی عمران اشرف صاحب عثمانی کی کتاب Meezan bank's guide to Islamic Banking کے صفحات 223 تا 232 پر The Principle of Limited Liability کے عنوان سے ہے۔

اُردو تحریر میں تو نہیں البتہ انگریزی تحریر میں مولانا مدظلہ لکھتے ہیں :

As a humble student of Shariah, this author have been considering the issue since long, and what is going to be presented in this article should not be treated as a final verdict on this subject, nor an absolute opinion on the point. It is the outcome of initial thinking on the subject, and the purpose of this article is to provide a foundation for further research.(Meezan Bank's guide to Islamic Banking P-224)

''شریعت کے ایک معمولی طالب علم کی حیثیت سے میں بہت عرصہ سے اس مسئلہ پر غور کرتا رہا ہوں اور اس مضمون میں جو خیال پیش کیا جارہا ہے اس کو اس موضوع پر فیصلہ کن بات نہ سمجھی جائے۔ یہ ایک ابتدائی غور وفکر کا نتیجہ ہے اور اس کا اصل مقصد مزید تحقیق کیلئے بنیاد فراہم کرنا ہے''۔

اگرچہ ہمیں مولانا مدظلہ کے مؤقف سے اتفاق نہیں ہوا لیکن ہم مولانا کی نکتہ رسی کا اعتراف کرتے ہیں اور اَلْفَضْلُ لِلْمُتَقَدِّمِ کے قائل ہیں۔ اہلِ علم میں یہ طریقہ متداول ہے کہ اختلاف کرنے والے حضرات اپنے دلائل دیتے ہیں اور ان کی تقویت بیان کرتے ہیں جبکہ دُوسرے فریق کے دلائل کو چھان پھٹک کر ان کی کمزوری ظاہر کرتے ہیں۔ اس طریقہ میں ناقدانہ رنگ کا آنا ناگزیر ہے۔ ہماری تحریر میں بھی جو یہ رنگ نظر آئے تو اس کو بے ادبی اور بے احترامی پر محمول نہ کیا جائے۔

کمپنی کی محدود ذمہ داری کا تعارف :

خود مولانا مدظلہٗ اِس کا تعارف یوں کراتے ہیں :

The limited liability in the modern economic and legal terminology is a condition under which a partner or a shareholder of a business secures himself from bearing a

loss greater than the amount he has invested in a company or partnership with limited liability. If the business incurs a loss, the maximum a shareholder can suffer is that he may lose his entire original investment. But the loss cannot extend to his personal assets, and if the assets of the company are not sufficient to discharge all its liabilities, the creditors cannot claim the remaining part of their receivables from the personal assets of the shareholders.

Rather, it will be truer, perhaps, to say that the concept of "limited liability"originally emerged with the emergence of the corporate bodies and joint stock companies. The basic purpose of the introduction of this principle was to attract the maximum number of investors to the large-scale joint ventures and to assure them that their personal fortunes will not be at stake if they wish to invest their savings in such a joint enterprise. In the practice of modern trade, the concept proved itself to be a vital force to mobilize large amounts of capital from a wide range of investors.

The question of "limited liability" it can be said, is closely related to the concept of juridical personality of the modern corporate bodies. According to this concept, a joint-stock company in itself enjoys the status of a separate entity as distinguished from the individual

entities of its shareholders. The separate entity as a fictive person has legal personality and may thus sue and be sued, may make contracts, may hold property in its name, and has the legal status of a natural person in all its transactions entered into the capacity of a juridical person.

The basic question, it is believed, is whether the concept of a 'juridical person' is acceptable in shariah or not. Once the concept of "juridical person" is accepted and it is admitted that, despite its fictive nature, a juridical person can be treated as a natural person in respect of the legal consequences of the transactions made in its name, we will have to accept the concept of "limited liability" which will follow as a logical result of the former concept. The reason is obvious. If a real person i.e. a human being dies insolvent, his creditors have no claim except to the extent of the assets he has left behind. If his liabilites exceed his assets, the creditors will certainly suffer, no remedy being left for them after the death of the indebted person.

Now, if we accept that a company, in its capacity of a juridical person, has the rights and obligations similar to those of a natural person, the same principle will apply to an insolvent company. A company, after becoming insolvent, is bound to be liquidated: and the liquidation of

a company corresponds to the death of a person, because a company after its liquidation cannot exist any more. If the creditors of a real person can suffer, when he dies insolvent, the creditors of a juridical person may suffer too, when its legal life comes to an end by its liquidation.

(Meezan Bank's guide to Islamic Banking pp 223-225)

''جدید قانون اور جدید اقتصادیات کی اصطلاح میں limited liability یعنی محدود ذمہ داری سے وہ حالت مراد ہے جس میں کاروبار کا شریک یا حامل حصص کمپنی یا شراکت میں اپنے لگائے ہوئے سرمایہ سے زیادہ نقصان سے اپنے کو بری رکھتا ہے۔ لہٰذا اگر کاروبار میں نقصان ہوجائے تو وہ اس کاروبار میں لگائے ہوئے اپنے سرمایہ کی حد تک تو نقصان برداشت کرے گا، اس سے زیادہ نہیں۔ اور اگر کمپنی کے اثاثہ جات اس پر واجب الاداء قرضوں کی ادائیگی کے لیے پورے نہ ہوں تو دائنین اور قرض خواہ اپنے باقی ماندہ قرضوں کی واپسی کا مطالبہ حاملین حصص کے دیگر ذاتی اثاثہ جات میں سے نہیں کرسکتے۔

...... یہ کہنا شاید زیادہ دُرست ہوگا کہ محدود ذمہ داری کا تصور ابتداءً کارپوریٹ اداروں اور جوائنٹ سٹاک کمپنیوں کے وجود میں آنے سے ابھرا۔

محدود ذمہ داری کے ضابطہ کو اختیار کرنے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ بڑے مشترکہ کاروباری منصوبوں میں زیادہ سے زیادہ سرمایہ کاروں کو راغب کیا جائے اور انہیں اطمینان دلایا جائے کہ نقصان کی صورت میں ان کے لگائے ہوئے سرمایہ کے علاوہ ان کے دیگر ذاتی اثاثہ جات پر زد نہ پڑے گی۔ موجودہ تجارت کے رواج میں محدود ذمہ داری کا تصور بہت سے سرمایہ کو متحرک کرنے کا باعث بنا ہے۔

یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ محدود ذمہ داری کے مسئلہ کا موجودہ مشترکہ کاروباری اداروں کی قانونی شخصیت سے گہرا تعلق ہے۔ محدود ذمہ داری کے تصور کے مطابق ایک مشترکہ

سٹاک کمپنی ایک علیحدہ مستقل شخصیت رکھتی ہے جو حاملین حصص کی انفرادی شخصیتوں سے جداگانہ حیثیت کی حامل ہے۔ یہ جداگانہ شخصیت اگرچہ فرضی ہے لیکن اس کو قانونی اعتبار حاصل ہے اور اس وجہ سے وہ خود مدعی اور مدعا علیہ بننے، معاملات کرنے اور اپنے نام جائیداد کی ملکیت رکھنے کی اہلیت کی حامل ہے اور لین دین کے اپنے تمام معاملات میں اس کو حقیقی شخص کی سی قانونی حیثیت حاصل ہے۔ گویا حقیقی شخص کے مقابلے میں یہ معنوی یا قانونی شخص ہے۔

اب بنیادی سوال یہ ابھرتا ہے کہ کیا قانونی شخص کا تصور شریعت کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے یا نہیں؟ جب اس کو تسلیم کر لیا جائے کہ قانونی شخص کو باوجود معنوی ہونے کے حقیقی شخص کی طرح اعتبار کیا جا سکتا ہے تو اس کے منطقی نتیجہ کے طور پر محدود ذمہ داری کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ اس کی وجہ واضح ہے کیونکہ اگر کوئی حقیقی انسان مفلس ہو کر مر جاتا ہے تو اس کے قرض خواہوں اور دائنین کی رسائی صرف اس کے اثاثوں تک رہتی ہے جو وہ چھوڑ کر مرا۔ اگر اس پر قرضے اس کے اثاثوں سے زائد ہوں تو زائد قرض سے ان کو محروم ہونا پڑے گا اور اس کا کوئی مداوا نہ ہوگا۔ اور اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ قانونی شخص کی حیثیت سے کمپنی ان ہی حقوق و ذمہ داریوں کی حامل ہے جو حقیقی شخص رکھتا ہے تو یہی ضابطہ مفلس و دیوالیہ کمپنی پر بھی لاگو ہوگا۔ مفلس ہونے کے بعد کمپنی کی لامحالہ تحلیل ہوگی اور کسی کمپنی کا تحلیل ہونا ایسے ہی ہے جیسے ایک حقیقی شخص کا مر جانا کیونکہ تحلیل ہونے کے بعد کمپنی کا وجود باقی نہیں رہتا۔ اگر حقیقی شخص کے قرض خواہ اس کی مفلسی میں موت کی وجہ سے محروم ہو سکتے ہیں تو قانونی شخص کی تحلیل سے ختم ہونے پر اس کے قرض خواہ اور دائنین بھی محروم ہو سکتے ہیں''۔

کیا جوائنٹ سٹاک کمپنی شرعاً قانونی شخص ہے ؟

مولانا تقی عثمانی مدظلہ جوائنٹ سٹاک کمپنی کو قانونی شخص قرار دیتے ہیں اور انہوں نے فقہ اسلامی سے بیت المال اور وقف کی صورت میں اس کے نظائر تو پیش کیے ہیں لیکن شرعی اعتبار سے کمپنی صرف قانونی شخص ہی

بن سکتی ہے، حقیقی شخص نہیں اس کے لیے اُنہوں نے کوئی شرعی دلیل نہیں دی۔ یاد رہے کہ جب وہ قانونی شخص کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو قانون سے ان کی مراد ملکی غیر شرعی قانون ہے۔ مطلق شخص اور قانونی شخص کے بارے میں ہم پہلے ملکی قانون کے مطابق کچھ تفصیل ذکر کرتے ہیں۔

سامنڈ (Salmond) نے شخص کی تعریف یوں کی ہے :

A person is any being to whom the law attributes a capability of interests and therefore of rights, of acts and there fore of duties. (Jurisprudence by M. Farani p.118)

''شخص ہر وہ ہستی ہے جس کو قانونی مفادات واعمال کی صلاحیت سے اور نتیجہ میں حقوق اور ذمہ داریوں سے متصف قرار دیتا ہے''۔

گرے (Gray) نے بھی شخص کی ایسی ہی تعریف کی ہے :

An entity to which rights and duties may be attributed.

''وہ ہستی جس کو حقوق وذمہ داریوں سے متصف قرار دیا جاسکتا ہے''۔

اور کیٹن (Keeton) آگے وضاحت کرتے ہیں :

In law, we are concerned with legal persons, whether they are natual i.e., human beings capable of sustaining rights and duties or artificial or juristic i.e. groups or things to which law attributes the capacity of bearing rights and duties. (Jurisprudence by M. Farani p.118)

''قانون میں ہماری بات قانونی اشخاص کی ہوتی ہے خواہ (i) وہ حقیقی ہوں یعنی انسان ہوں جو حقوق وذمہ داریوں کا تحمل کر سکتے ہوں یا (ii) وہ فرضی یا قانونی ہوں یعنی گروپ (مجموعے) یا اشیاء ہوں جن کو قانون حقوق وذمہ داریوں کے تحمل کی قابلیت سے متصف قرار دیتا ہے''۔

مذکورہ بالا باتوں کی روشنی میں معلوم ہوا کہ :

1- قانونی شخص قانون کی مصنوعی اور اختراعی ایجاد ہے۔

Legal personality is therefore an artificial creation of law. (Jurisprudence by M. Farani p.119)

2- قانون جس ہستی اور جس شے کو چاہے شخص قرار دے سکتا ہے۔

so a legal system may pesonify whatever beings or objects it pleases. (Jurisprudence by M. Farani p.118)

قانونی شخصیت کے اختراع کی وجہ :

But legal personality remains, in essence, merely a convenient juristic device by which the problem of organising rights and duties is carried out.(Jurisprudence by M. Farani p.120)

''حاصل یہ ہے کہ قانونی شخصیت ایک آسان قانونی ذریعہ ہے جس سے حقوق و ذمہ داریوں کے انتظام کے مسئلہ کو حل کیا جاتا ہے''۔

ملکی قانون کی نظر میں جوائنٹ سٹاک (مشترکہ سرمایہ کاری کی) کمپنی قانونی شخص ہے :

A group of persons, such as a Joint Stock Company or a Corporation aggregate may be regarded as a person in law.Here although the company consists of human beings it is the company as such, distinct from the human beings that comprise the company, that is regarded as a pesron in law and invested with rights and duties. (Jurisprudence by M. Farani p.119)

''افراد کے مجموعہ مثلاً جوائنٹ سٹاک کمپنی یا کارپوریشن کو قانون میں شخص کہا جاسکتا ہے۔ کمپنی اگرچہ چند انسانوں پر مشتمل ہے لیکن ان سے قطع نظر کر کے صرف کمپنی کو قانون میں

شخص قرار دیا گیا ہے اور حقوق و ذمہ داریوں کو اس سے وابستہ کیا گیا ہے''۔

کمپنی اور شرکت میں فرق :

شرکت اور کمپنی میں بعض فرق ہیں جو مولانا تقی عثمانی مدظلہ کے الفاظ میں یہ ہیں:

1- شرکت میں ہر شخص کاروبار کے تمام اثاثوں کا مشاع طور پر مالک ہوتا ہے۔ ہر شریک دوسرے شریک کا وکیل ہوتا ہے۔ ہر شخص کی ذمہ داری یکساں ہوتی ہے مثلاً کوئی دین واجب ہوا تو تمام شرکاء سے برابر درجے میں مسئولیت ہوگی مگر کمپنی میں ایسا نہیں ہوتا۔

2- شرکت میں کوئی شریک شرکت فسخ کر کے اپنا سرمایہ نکالنا چاہے تو نکال سکتا ہے مگر کمپنی میں سے اپنا سرمایہ نہیں نکالا جا سکتا البتہ حصص فروخت کیے جا سکتے ہیں۔

3- شرکت کا الگ سے کوئی قانونی وجود نہیں ہوتا، کمپنی کا الگ سے قانونی وجود ہوتا ہے جس کو شخص قانونی کہتے ہیں۔

4- شرکت میں عموماً ذمہ داری کاروبار کے اثاثوں تک محدود نہیں ہوتی جبکہ کمپنی کی ذمہ داری محدود ہوتی ہے۔(اسلام اور جدید معیشت وتجارت ص 61, 62)

کمپنی کی ذمہ داری کا کیا سبب ہے :

اس کا سبب جو خود مولانا تقی عثمانی صاحب نے بتایا وہ ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے :

The basic purpose of the introduction of this principle was to attract the maximum number of investors to the large-scale joint ventures and to assure them that their personal fortunes will not be at stake if they wish to invest their savings in such joint enterprise.

''محدود ذمہ داری کے ضابطہ کو اختیار کرنے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ بڑے مشترکہ کاروباری منصوبوں میں زیادہ سے زیادہ سرمایہ کاری کو راغب کیا جائے اور انہیں اطمینان دلایا جائے کہ نقصان کی صورت میں ان کے لگائے ہوئے سرمایہ کے علاوہ ان

کے دیگر ذاتی اثاثہ جات پر زَد نہ پڑے گی''۔

لیکن مولانا عثمانی صاحب کو خود اعتراف ہے کہ محدود ذمہ داری کا تصور دائنین اور قرض دہندگان کے لیے مضر ہے :

مولانا تقی عثمانی مدظلہ خود لکھتے ہیں :

No doubt, the concept of 'limited liability' is beneficial to the share holders of the company. but at the same time, it may be injurious to the creditors. If the liabilities of a limited company exceed its assets, the company becomes insolvent and is consequently liquidated, the creditors may lose a considerable amount of their claims, because they can only receive the liquidated value of the assets of the company, and have no recourse to its share-holders for the rest of their claims, Even the directors of the company who may be responsible for such an unfortunate situation cannot be held responsible for satisfying the claims of the creditors.

اس میں کوئی شک نہیں کہ محدود ذمہ داری کا تصور کمپنی کے حاملین حصص کے لیے مفید ہے لیکن ساتھ ہی یہ دائنین کیلئے مضر ہے کیونکہ اگر محدود کمپنی کے دیون و قرضہ جات اس کے اثاثوں سے تجاوز کر جائیں تو کمپنی دیوالیہ ہو کر تحلیل ہو جاتی ہے اور دائنین و قرض دہندگان اپنے دیون اور قرضوں کی بڑی مقدار سے محروم ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ صرف کمپنی کے تحلیل شدہ اثاثہ جات میں سے اپنے دیون اور قرض وصول کر سکتے ہیں اور باقی مقدار کے لیے اِن کو حاملین حصص تک کوئی رسائی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ کمپنی کے

ڈائریکٹران کو بھی جو کہ خسارہ کے اصل ذمہ دار ہیں دیون اور قرضوں کی پوری ادائیگی کا ذمہ دار نہیں بنایا جا سکتا۔

اہم تنبیہ :

مولانا تقی عثمانی صاحب نے اپنی کتاب اسلام اور جدید معیشت وتجارت میں شرکت اور کمپنی کے درمیان جو فرق بیان کیے ہیں وہ اُوپر گزر چکے ہیں۔ ان سے واضح ہے کہ کمپنی کا کاروبار شرکت سے مختلف ہے۔ ایک اور اختلاف کا ہم اضافہ کرتے ہیں جو یہ ہے کہ شرکت میں شریک حضرات میں صرف نفع تقسیم ہوتا ہے وہ تنخواہ نہیں لے سکتے جبکہ کمپنی کے ڈائریکٹران تنخواہ اور بھتے بھی وصول کرتے ہیں۔

لیکن اِس کے باوجود مولانا تقی عثمانی اور اُن کے صاحبزادے مولوی عمران اشرف عثمانی کمپنی کی حقیقت کے بارے میں عجیب تذبذب کا شکار ہیں۔ لیکن اِس کو جاننے سے پہلے مولانا تقی عثمانی مدظلہ کی کتاب اسلام اور جدید معیشت وتجارت کا اقتباس پڑھیے۔

> ''......کمپنی کی جو خصوصیات سامنے آئی ہیں ان کے لحاظ سے کمپنی شرکت کی معروف اقسام میں سے کسی میں داخل نہیں۔ فقہاء نے شرکت کی چار قسمیں ذکر کی ہیں۔ اگر مضاربت کو بھی اس میں شامل کر لیا جائے تو پانچ قسمیں بن جاتی ہیں۔ کمپنی کا یہ نظام ان پانچوں میں سے کسی میں بھی بتمام وکمال داخل نہیں جیسا کہ پہلے شرکت اور کمپنی میں فرق بتائے جا چکے ہیں''۔

اب یہاں علمائے معاصرین کے تین نقطہ نظر ہیں :

(1) ایک یہ کہ شرعًا شرکت اِن پانچ قسموں میں منحصر ہے اور کمپنی ان میں سے کسی میں بھی بتمام و کمال داخل نہیں۔

(2) دُوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ فقہاء کرام نے جو اقسام ذکر کی ہیں وہ منصوص نہیں، بلکہ فقہاء نے شرکت کی مروجہ صورتوں کا استقراء کر کے اس کی روشنی میں تقسیم فرمائی ہے......لہٰذا اگر شرکت کی کوئی صورت ان اقسام میں داخل نہ ہو اور شرکت کے اصول منصوصہ میں سے کسی کے خلاف بھی نہ ہو تو وہ جائز ہوگی۔

(3) تیسرا نقطہ نظر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ اپنی حقیقی

رُوح کے اعتبار سے کمپنی شرکت عنان میں داخل ہے (امداد الفتاویٰ ص 37,464) اگرچہ کمپنی کی بعض ایسی خصوصیات ہیں جو معروف شرکت عنان میں نہیں پائی جاتیں لیکن ان کی وجہ سے عنان کی حقیقت تبدیل نہیں ہوتی۔ (ص 79)

مولانا عثمانی صاحب کی یہ عبارت عجیب سی ہے۔ کمپنی اور شرکت کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے شرکت کو مطلق ذکر کیا جس کا مطلب ہوا کہ شرکت عقد کی جمیع صورتیں اس میں داخل ہیں خواہ وہ معروف چار ہوں یا ان کے علاوہ کوئی اور غیر معروف ہو اور کمپنی ان سب سے جدا ہے۔ پھر مولانا نے کمپنی کو شرکت کی (ایک اور) قسم بنالیا اور پھر مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کی روشنی میں یہ بتا دیا کہ اس میں عنان کی حقیقت بھی باقی ہے۔

غرض کمپنی سے پہلے شرکت کی مطلقاً نفی کی، پھر اِس نفی کی نفی کرتے ہوئے اِس کو درجہ بدرجہ شرکت عنان میں داخل کر دیا اور اِن کے صاحبزادے مولوی عمران اشرف عثمانی صاحب نے تو اِس کے شرکت عنان ہونے کی کھلی کھلی تصریح کر دی۔

As mentioned in the books and research papers of Islamic jurists, companies come under the ruling of Shirkat-ul-Ainan.(Meazan Bank's guide to Islamic Banking)

''جیسا کہ فقہائے اسلام کی کتابوں اور تحقیقی مقالوں میں مذکور ہے کمپنیاں شرکت عنان کے تحت آتی ہیں''۔

مولانا تقی عثمانی مدظلہ کی مندرجہ ذیل یہ عبارت بھی اُن کے تذبذب کی وجہ سے ہے :

''......اسی طرح کمپنی ابتداء لوگوں کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ تم اس کاروبار میں ہمارے ساتھ شریک ہو جاؤ لہٰذا جو شخص اس وقت میں شیئر حاصل کر رہا ہے وہ گویا کہ شرکت کا معاملہ کر رہا ہے۔'' (شیئرز کی خرید و فروخت ص 8)

کیونکہ یہ کہنے کے بعد کہ ''تم اس کاروبار میں ہمارے ساتھ شریک ہو جاؤ'' اِس کہنے کا کیا مطلب

ہوا کہ ''وہ گویا کہ شرکت کا معاملہ کر رہا ہے''۔ مولانا کو تو یوں کہنا چاہیے تھا کہ ''وہ درحقیقت شرکت کا معاملہ کر رہا ہے۔''

ہم کہتے ہیں کہ اگر مولانا تقی عثمانی صاحب ہماری تجویز سے اتفاق کریں تو وہ اپنے تذبذب سے نکل سکتے ہیں۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ یہ اولاً شرکت املاک ہے اور پھر عقد اجارہ ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ حصص کے خریدار اور ابتدائی سرمایہ کار اپنے مال ملا کر اکٹھا کر لیتے ہیں اور یوں ان کے مال میں شرکت قائم ہو جاتی ہے۔ پھر ڈائریکٹرز کا چناؤ کیا جاتا ہے جو اجرت اور بھتوں کے عوض میں اس مشترکہ سرمایہ پر کام کرتے ہیں اور نفع کو ہر ایک کے سرمایہ کے تناسب سے تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح سے یہ شرکت املاک ہے اور پھر شرکت عقد نہیں ہے اجارہ ہے۔

لیکن دارالعلوم کراچی کے ایک فتوے مورخہ 19 ربیع الثانی 1425ھ نے جس پر مولانا تقی عثمانی صاحب کے بھی دستخط ہیں ہماری تجویز کو رد کرتے ہوئے لکھا۔

> ''کمپنی کے وجود میں آنے کے لیے ''عقد اجارہ'' ضروری نہیں ہے بلکہ اصلاً یہ ایک ''عقد مشارکہ'' ہے''

شاید اَب مولانا تقی عثمانی، مولوی عمران اشرف عثمانی اور دیگر اَرباب دارالعلوم ہماری تجویز پر دوبارہ غور کریں۔

اب ہم دوبارہ اصل موضوع کی طرف پلٹتے ہیں۔

کمپنی کے کام کی جو بھی حقیقت ہو اس کی اصل یہ تین بنیادیں ہیں :

1- کمپنی کے ڈائرکٹران کے کام میں سال بھر تک کسی دوسرے کی طرف سے مداخلت نہ ہو۔

2- ڈائرکٹران کو کام کے لیے جو مشترکہ سرمایہ حاصل ہوا ہے اس میں کمی نہ ہو۔

3- کمپنی کے ڈائریکٹران اور دیگر حاملین حصص کی ذمہ داری محدود ہو۔

کمپنی کو شخص قانونی بنانے کی وجہ :

اِن تین بنیادوں کو بعینہٖ اِسی طرح لیں تو پہلی دو بنیادوں پر حقوق و ذمہ داریاں ڈائرکٹران اور حاملین حصص سے وابستہ ہوتی ہیں جو حقیقی اشخاص ہیں اور تیسری بنیاد شرط فاسد ہونے کی وجہ سے لغو قرار پاتی

ہے۔لیکن یہ بات سرمایہ دارانہ ذہنیت کو قبول نہیں اس لیے اس نے اِن بنیادوں کو دوسری طرح سے تعبیر کیا۔

1- کمپنی کے کام میں سال بھر تک کسی دُوسرے کی طرف سے مداخلت نہ ہو۔

2- کمپنی کو جو مشترکہ سرمایہ حاصل ہوا ہے اُس میں کمی نہ ہو۔

3- کمپنی کی ذمہ داری محدود ہو۔

اور کمپنی چونکہ ایک فرضی اور معنوی چیز ہے حسی اور حقیقی نہیں اس لیے اِس کو اَربابِ قانون سے شخص قانونی کہلوایا اور یوں اپنا مقصد حاصل کیا اور یہ بات پوری ہوئی کہ

But legal personality remains, in essence, merely a convenient and juristic device by which the problem of organising right and duties is carried out. (Jurisprudence by M. Farani p.120)

''حاصل یہ ہے کہ قانونی شخصیت ایک آسان قانونی ذریعہ ہے جس سے حقوق و ذمہ داریوں کے انتظام کے مسئلہ کو (حسبِ منشا......ناقل) حل کیا جا سکتا ہے''۔

کمپنی کیلئے قانونی شخصیت اور محدود ذمہ داری ہونے پر مولانا تقی عثمانی صاحب کا اِستدلال :

مولانا تقی عثمانی صاحب نے کمپنی کے شخص قانونی ہونے کو بھی اور اس کی ذمہ داری کے محدود ہونے کو بھی شرعاً جائز خیال کیا ہے۔خود مولانا اِن دو باتوں کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''البتہ کمپنی میں دو چیزیں شرعی اعتبار سے خاص طور پر قابلِ غور اور باعث تردّد ہیں۔ان امور کے بارے میں احقر اپنی اب تک کی سوچ کا حاصل اہل علم کے غور و فکر کے لیے پیش کرتا ہے۔

1- پہلا مسئلہ یہ ہے کہ...... کمپنی کا اپنا مستقل قانونی وجود ہوتا ہے جس کو شخص قانونی کہا جاتا ہے۔اب سوال یہ ہے کہ شخص قانونی کا تصور شرعاً درست ہے یا نہیں؟ جائزہ لینے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں گو شخص قانونی کی اصطلاح موجود نہیں لیکن اس کے نظائر موجود ہیں''۔(اِسلام اور جدید معیشت و تجارت)۔ (جاری ہے)

قسط : 2 ، آخری

کمپنیوں کی محدود ذمہ داری کی شرعی حیثیت اور جواز میں مولانا تقی عثمانی مدظلہ کے دیے گئے دلائل کا جواب

﴿ حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب ﴾

کسی کمپنی کے لمیٹڈ ہونے یا اُس کی ذمّہ داری کے محدود ہونے سے مراد یہ ہے کہ کمپنی میں سرمایہ کاری کرنے والے صرف اپنے لگائے ہوئے سرمایہ تک ذمّہ دار ہوں گے اِس سے زیادہ کے ذمّہ دار نہ ہوں گے۔ لہٰذا اگر کمپنی کبھی دیوالیہ قرار پائے اور اُس پر قرض اُس کے تحلیل شدہ اَثاثوں سے زیادہ ہوں تو قرض دہندگان کو اَثاثوں سے زائد قرضوں سے محروم رہنا پڑے گا۔ زیر نظر مضمون میں کمپنی کی اِس محدود ذمّہ داری کی حقیقت اور اِس کی شرعی حیثیت سے بحث کی گئی ہے۔ (عبدالواحد غفرلہٗ)

مولانا عثمانی صاحب کے پیش کردہ چند نظائر :

1. Waqf

The first precedent is that of a waqf. A waqf is a legal and religious institution wherein a person dedicates some of his properties for a religious or a charitable purpose. The properties, after being declared as Waqf, no longer remain in the ownership of the donor. The beneficiaries of a Waqf can benefit from the corpus or the proceeds of the dedicated property, but they are not its owners. Its ownership vests in Allah Almighty alone.

It seems that the Muslim jurists have treated the Waqf as a separate legal entity and have ascribed to it some characteristics similar to those of a natural person. This will be clear from two rulings given by the fuqaha (Muslim jurists) in respect of Waqf.

Firstly, if a property is purchased with the income of a Waqf, the purchased property cannot become a part of the Waqf automatically. Rather, the jurists say, the property so purchased shall be treated, as a property owned by the Waqf. It clearly means that a Waqf, like a natural person, can own a property.

Secondly. the jurists have clearly mentioned that the money given to a mosque as donation does not form part of the Waqf, but it passes to the ownership of the mosque. Here again the mosque is accepted to be an owner of money. Some jurists of the Maliki School have expressly mentioned this principle also. They have stated that a mosque is capable of being the owner of something. This capability of the mosque, according to them, is constructive, while the capability enjoyed by a human being is physical.

Another renowned Maliki jurist, namely, Ahmad Al-Dardir, validates a bequest made in favour of a mosque, and gives the reason that a mosque can own

properties. Not only this, he extends the principle to an inn and a bridge also, provided that they are Waqf.

It is clear from these examples that the Muslim jurists have accepted that a Waqf can own properties. Obviously, a Waqf is not a human being, yet thay have treated it as a human being in the matter of ownership. Once its ownership is established, it will logically follow that it can sell and purchase, may become a debtor and a creditor and can sue and be sued, and thus all the characteristics of a 'juridical person' can be attributed to it.

2. Baitul-Mal

Another example of 'juridical person' found in our classic literature of Fiqh is that of the Baitul-mal (the exchequer of an Islamic state). Being public property, all the citizens of an Islamic state have some beneficial right over the Baitul-mal, yet, nobody can claim to be its owner. Still, the Baitul-mal has some rights and obligations. Imam Al-Sarakhsi, the well- known Hanafi jurist, says in his work "Al-Mabsut": "The Baitul-mal has some rights and obligations, which may possibly be undetermined."

At another place the same author says: "If the head of an Islamic state needs money to give salaries to his army, but he finds no money in the Kharaj department of the Baitul-mal (wherefrom the salaries are generally given) he

can give salaries from the sadaqah (Zakah) department, but the amount so taken from the sadaqah department shall be deemed to be a debt on the Kharaj department."

It follows from this that not only the Baitul-mal, but aslo the different departments therein can borrow and advance loans to each other. The liability of these loans does not lie on the head of state, but on the concerned department of Baitul-mal. It means that each department of Baitul-mal is a separate entity and in that capacity it can advance and borrow money, may be treated a debtor or a creditor, and thus can sue and be sued in the same manner as a juridical person does. It means that the Fuqaha of Islam have accepted the concept of Juridical person in respect of Baitul-mal.

(1) وقف :

یہ ایک قانونی اور مذہبی اِدارہ ہے جس میں ایک شخص اشاعتِ دین یا خیرات کی غرض سے اپنی جائیداد مختص کرتا ہے۔ وقف ہونے کے بعد جائیداد وقف کی ملکیت سے نکل جاتی ہے اور جن پر وقف ہو وہ بھی مالک نہیں بنتے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ اس کے مالک بنتے ہیں۔

مسلم فقہاء نے وقف کو علیحدہ قانونی شخصیت قرار دیا ہے اور اس کے لئے کچھ وہ اوصاف ذکر کئے ہیں جو حقیقی شخص کے ہوتے ہیں۔ یہ بات مندرجہ ذیل دو احکام سے واضح ہوتی ہے :

i- اگر وقف کی آمدنی سے کوئی جائیداد خریدی جائے تو خریدی ہوئی جائیداد خود بخود وقف

کا حصہ نہیں بن جاتی بلکہ وہ وقف کی مملوک کہلاتی ہے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ حقیقی شخص کی طرح وقف بھی جائیداد کا مالک بن سکتا ہے۔

ii- مسجد کو جو رقم چندہ کی گئی وہ وقف کا حصہ نہیں بنتی بلکہ مسجد کی ملکیت میں داخل ہو جاتی ہے۔ یہاں بھی مسجد کو رقم کا مالک تسلیم کیا گیا ہے۔

بعض مالکی فقہاء نے اس بات کو صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ مسجد کسی چیز کا مالک بننے کی اہلیت رکھتی ہے اگرچہ مسجد کی یہ اہلیت معنوی ہے جبکہ انسان کی اہلیت حسی ہوتی ہے۔ مشہور مالکی فقیہ احمد دردیر کہتے ہیں کہ مسجد کیلئے کی گئی وصیت جائز ہے اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ مسجد جائیداد کی مالک بن سکتی ہے۔ وہ یہی حکم سرائے اور پل کیلئے بھی مانتے ہیں۔

غرض وقف اگرچہ آدمی نہیں ہے لیکن اس کے باوجود فقہاء ملکیت کے اعتبار سے اس کو آدمی کی طرح دیکھتے ہیں۔ اور جب وقف کیلئے ملکیت ثابت ہوئی تو اس کا منطقی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ خرید و فروخت بھی کر سکتا ہے اور مقروض بھی ہو سکتا ہے اور قرض دہندہ بھی اور مدعی بھی بن سکتا ہے اور مدعا علیہ بھی۔ غرض قانونی شخص کے تمام خواص کو وقف کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے۔

2- بیت المال :

عامۃ الناس کی جائیداد ہونے کی وجہ سے اگرچہ اسلامی ریاست کے تمام افراد بیت المال پر منفعتی حق رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود کوئی اس کا مالک نہیں ہوتا۔ پھر بھی بیت المال کے کچھ حقوق و ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔

مشہور حنفی فقیہ امام سرخسیؒ مبسوط میں لکھتے ہیں کہ ''بیت المال کے کچھ حقوق و ذمہ داریاں ہیں جو متعین نہیں ہیں'' ایک اور مقام پر وہ لکھتے ہیں ''اگر اسلامی ریاست کے امیر کو فوج کی تنخواہیں دینے کیلئے رقم کی ضرورت ہو اور خراج والے حصہ میں رقم نہ ہو تو وہ صدقہ و زکوٰۃ والے حصہ سے لے کر دے سکتا ہے لیکن یہ خراج والے حصہ پر قرض شمار ہوگا۔''

اِس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نہ صرف بیت المال بلکہ اس کے ذیلی شعبے تک قرض کا لین دین کر سکتے ہیں۔ ان قرضوں کی ذمہ داری ریاست کے امیر پر نہیں آتی بلکہ بیت المال کے متعلقہ شعبہ پر آتی ہے۔ اس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ بیت المال کا ہر شعبہ ایک مستقل شخصیت ہے اور اپنی اس حیثیت سے وہ قانونی شخص کی طرح قرض کا لین دین بھی کر سکتا ہے اور مدعی اور مدعا علیہ بھی بن سکتا ہے۔ غرض فقہائے اسلام بیت المال کے قانونی شخص ہونے کو تسلیم کرتے ہیں''۔

''ان نظائر سے معلوم ہوتا ہے کہ شخص قانونی کا تصور فی نفسہ کوئی ناجائز تصور نہیں ہے اور نہ فقہ اسلامی کے لیے کوئی اجنبی تصور ہے اَلبتہ اصطلاح ضرورنئی ہے۔''

2- ''کمپنی کی دُوسری خصوصیت جو شرعی اعتبار سے قابل غور ہے وہ...... محدود ذمہ داری ہے'' (اسلام اور جدید معیشت وتجارت)

پھر مولانا نے اس کے کچھ نظائر ذکر کیے اور لکھا :

''لیکن اس مسئلہ کو اگر ایک دوسرے زاویے سے دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ کمپنی کی محدود ذمہ داری کے تصور کی بنیاد دراصل شخص قانونی کے تصور پر ہے۔ شخص قانونی کی حقیقت ماننے کے بعد محدود ذمہ داری کو ماننا مشکل نہیں رہتا۔'' (اسلامی اور جدید معیشت وتجارت ص 82)

Once the concept of juridical person is accepted and it is admitted that, despite its fictive nature, a juridical person can be treated as a natural person in respect of the legal consequences of the transactions made in its name, we will have to accept the concept of limited liability which will follow as a logical result of the former concept. (Meezan Bank's guide to Islamic Banking p.225).

''اب بنیادی سوال یہ اُبھرتا ہے کہ کیا قانونی شخص کا تصور شریعت کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے یا نہیں؟ جب اس کو تسلیم کر لیا جائے کہ شخص قانونی کو باوجود فرضی ہونے کے مالی معاملات میں شخص حقیقی کی طرح اعتبار کیا جا سکتا ہے تو اس کے منطقی نتیجہ کے طور پر محدود ذمہ داری کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا''۔

غرض مولانا عثمانی مدظلہ کے استدلال کا حاصل یہ ہے کہ شخص قانونی کے نظائر اسلام میں موجود ہیں اس لئے کمپنی کو شخص قانونی ماننا خلاف اسلام نہیں اور شخص قانونی کو تسلیم کرنے کو یہ لازم ہے کہ اس کی ذمہ داری محدود تسلیم کی جائے۔

اُوپر ہم کمپنی کے شخص قانونی ہونے کی حقیقت بتا چکے ہیں جس سے یہ بھی واضح ہوا کہ غیر شرعی قانون جہاں چاہتا ہے شخص حقیقی کو یکسر نظر انداز کر کے فرضی شخصیت کا اعتبار کرنے لگتا ہے۔ غرض شخص قانونی کے وجود و عدم میں مدار ملکی غیر شرعی قانون کے اعتبار کرنے نہ کرنے کا ہے۔ لیکن مولانا عثمانی مدظلہ نے اس بات سے کچھ تعرض نہیں کیا کہ شریعت کی رو سے شخص قانونی کے وجود و عدم وجود کا مدار کس پر ہے؟

شخص قانونی کے وجود وعدم کا شرعی معیار :

مولانا عثمانی کے بتائے ہوئے وقف و بیت المال کے نظائر کو سامنے رکھتے ہوئے اب ہم شریعت کی رُو سے شخص قانونی کے وجود و عدم وجود کا مدار بتاتے ہیں۔

وقف اور بیت المال کے ساتھ کچھ حقوق اور ذمہ داریاں وابستہ ہوتی ہیں لیکن وہ محض معنوی یا بے جان ہونے کی وجہ سے نہ خود اپنے حقوق کی تحصیل کر سکتے ہیں اور نہ اپنی ذمہ داریاں ادا کر سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان کے لیے ایک متولی یا نگران مقرر کیا جاتا ہے جو ان کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے اور ان کی ذمہ داریوں کو پورا کرتا ہے۔ ان اداروں کے اثاثہ جات سے چونکہ اس متولی کا کوئی مالکانہ تعلق نہیں ہوتا اس لیے حقوق و ذمہ داریوں کو اس سے وابستہ نہیں کیا جا سکتا اس لئے مجبوراً ادارہ ہی کی طرف ان کو منسوب کیا جاتا ہے اور اس لیے ادارہ کو معنوی شخص یا قانونی شخص کہا جاتا ہے۔

اور جہاں کوئی ادارہ ایسا ہو کہ اُس کے متولی و منتظم کی سرمایہ کاری اور اُس کے مفادات اِس ادارے سے وابستہ ہوں اور اِس کے تصرفات کا فائدہ بالواسطہ یا بلاواسطہ خود اسی کو ہو تو حقوق و ذمہ داریاں خود اِسی کے

ساتھ وابستہ ہوں گی۔ اِس صورت میں ایسی کوئی مجبوری نہیں کہ ہم ان حقیقی اشخاص کو نظر انداز کر کے ادارے کی فرضی شخصیت کا اعتبار کریں اور حقوق و ذمہ داریوں کو اس کے ساتھ وابستہ کریں۔ لہٰذا حقوق و ذمہ داریوں کی نسبت لامحالہ حقیقی شخص کی طرف ہوگی۔

کمپنی کی حقیقت یہ ہے کہ کمپنی کے ڈائریکٹر اپنے سرمایہ پر بھی کام کرتے ہیں اور دیگر حاملین حصص کے سرمایہ پر بھی اور شرکت املاک کے بعد ان کے اجیر بن کر ان سے اجرت وصول کرتے ہیں۔ مولانا عثمانی مدظلہ اس کو اجارہ کے بجائے شرکت عنان کا معاملہ کہتے ہیں اور ڈائریکٹران کو ورکنگ پارٹنر یعنی عمیل اور دیگر حاملین حصص کو سلیپنگ پارٹنر یعنی غیر عمیل مانتے ہیں۔ غرض معاملہ خواہ اجارہ کا ہو یا شرکت عنان کا بہرحال ڈائریکٹران کمپنی کے کاروبار میں اپنی طرف سے اصیل اور دیگر حاملین حصص کی طرف سے وکیل بن کر تصرف کرتے ہیں۔ کاروبار کا سرمایہ بھی ان ہی کا ہوتا ہے اور ان کے تصرفات کا فائدہ بھی ان ہی کو بالواسطہ اور بلاواسطہ ہوتا ہے اور **العبرۃ للمعانی لا للالفاظ** یعنی اعتبار الفاظ کا نہیں معنی کا ہوتا ہے اس لیے کمپنی کو کوئی لاکھ معنوی شخصیت کہتا رہے لیکن اس کی معنوی شخصیت کالعدم ہے اور حقیقی اشخاص ہی کا اعتبار ہوگا یعنی ڈائرکٹران کا اصل ہو کر اور دیگر حاملین حصص کا ان کے مؤکل ہو کر۔

کمپنی کے ڈائرکٹران اور حاملین حصص کمپنی کے تمام دیون وقرضوں کے ذمہ دار ہوں گے :

جب یہ ثابت ہوگیا کہ مشترکہ سٹاک کمپنی کی معنوی شخصیت کا اعتبار نہیں ہے بلکہ حقیقی اشخاص یعنی ڈائریکٹران اور حاملین حصص کا اعتبار ہے اور حقوق و ذمہ داریوں کا تعلق بھی ان کے ساتھ ہے تو لازم آئے گا کہ دیون اور قرضے خواہ کتنے ہی ہوں وہ سب ان کے ذمہ دار ہوں گے۔

1- مولانا تقی عثمانی مدظلہ کے بیان کردہ محدود ذمہ داری کے فقہی نظائر اور اُن کا جواب :

پہلی نظیر : مالک کی طرف سے تجارت کی اِجازت پانے والا غلام :

مولانا لکھتے ہیں :

''فقہ میں لمیٹڈ کمپنی کی ایک نہایت دلچسپ نظیر موجود ہے جو لمیٹڈ کمپنی سے بہت ہی قریب ہے۔ وہ عبد ماذون فی التجارۃ ہے۔ یہ اپنے آقا کا مملوک ہوتا ہے اور اس کو آقا کی طرف سے تجارت کی اجازت ہوتی ہے۔ جو تجارت وہ کرتا ہے وہ بھی مولیٰ (آقا) کی مملوک

ہوتی ہے۔ اس پر اگر دیون واجب ہوں تو وہ اس غلام کی قیمت کی حد تک محدود ہوں گے۔ اس سے زیادہ کا نہ غلام سے مطالبہ ہوسکتا ہے اور نہ مولیٰ سے'' (اسلام اور جدید معیشت وتجارت ص 83)

ہم کہتے ہیں کہ مولانا مدظلہ کی یہ بات دُرست نہیں ہے کیونکہ :

ماذون غلام اگر زندہ ہو تو صرف اتنا نہیں ہے کہ غلام کو فروخت کیا جائے گا اور اس کی قیمت قرض خواہوں میں تقسیم کر دی جائے گی بلکہ قرض خواہوں کو حق حاصل ہے کہ وہ غلام کو فروخت نہ ہونے دیں اور اس سے کمائی کروا کر اپنے قرضے پورے وصول کریں اور اگر غلام فروخت بھی کر دیا جائے تب بھی قرض خواہوں کو حق حاصل ہے کہ جب کبھی وہ آزاد ہو جائے تو اس سے اپنے قرضوں کی واپسی کا مطالبہ کریں۔

وکل دین وجب علیه بتجارة...... یتعلق برقبته ...... یباع فیه و لهم استسعاء ه ایضا (درمختار)

(قوله یباع فیه) ولا یجوز بیعه الا برضی الغرماء او بامر القاضی لان للغرماء حق الاستسعاء لیصل الیهم کمال حقهم (ردالمختار)

ویقسم ثمنه بالحصص...... وطولب الماذون بما بقی من الدین زائدا عن کسبه و ثمنه بعد عتقه لتقرر الدین فی ذمته و عدم وفاء الرقبة (درمختار)

اور ہدایہ میں ہے۔

دیونه متعلقة برقبة یباع للغرماء الا ان یفدیه المولی...... والجامع دفع الضرر عن الناس ویقسم ثمنه بینهم بالحصص لتعلق حقهم بالرقبة...... فان فضل شئی من دیونه طولب به بعد الحریة لتقرر الدین فی ذمته و عدم وفاء الرقبة''

دُوسری نظیر : مفلس مقروض

مولانا لکھتے ہیں :

''شخص حقیقی مفلس (دیوالیہ) ہو جائے تو دائنین صرف اس کے اثاثوں سے دین وصولی

کر سکتے ہیں اس سے مزید کا مطالبہ نہیں کر سکتے ......البتہ اگر وہ دوبارہ غنی ہو جائے تو اَب پھر مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔

لیکن اگر مفلس ہونے کی حالت میں اِس کی موت واقع ہو جائے تو خراب الذمۃ ہو جاتا ہے، ان کے دیون ادا ہونے کی کوئی صورت نہیں رہتی۔'' (اسلام اور جدید معیشت و تجارت ص82)

ہم کہتے ہیں کہ مولانا مدظلہ کا یہ کہنا کہ مفلس مقروض سے مزید مطالبہ صرف اس کے غنی ہونے پر ہی کیا جا سکتا ہے دُرست نہیں کیونکہ افلاس ثابت ہونے کے بعد قرض خواہ اس کا پیچھا کر سکتا ہے تاکہ وہ جو کچھ کمائے اس میں سے کچھ وصول کرتا رہے۔ ردالمحتار میں ہے **قال فی انفع الوسائل، و بعد ما خلی القاضی سبیله فلصاحب الدین ان یلازمه فی الصحیح...... وله ان یلازمه بنفسه و اخوانه و ولده ممن احب (مطلب فی ملازمة المدیون)**

اور اگر ماذون غلام اور مفلس مقروض مر بھی جائیں تب بھی آخرت کے اعتبار سے دوسروں کا حق ان کے ذمہ باقی رہتا ہے اور آخرت میں ان کو حساب بیباق کرنا پڑے گا اور مسلمانوں کی معیشت بہرحال آخرت کے مواخذے سے بے پرواہ نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا تدبیر معاش کی کوئی ایسی صورت تجویز کرنا یا اس کی تصویب کرنا بلکہ اس پر شرعی دلائل کی ڈھال چڑھانے کی کوشش کرنا اسلام کے بالکل خلاف ہے۔

1- عن سلمة بن الاکوع قال کنا جلوسا عند النبی صلی اللّٰه علیه وسلم اذ اتی بجنازة فقالوا صل علیها فقال هل علیه دین قالوا لا فصلی علیها ثم اتی بجنازة اخری فقال هل علیه دین قیل نعم قال فهل ترك شیئا قالوا ثلاثة دنانیر فصلی علیها ثم اتی بالثالثة فقال هل علیه دین قالوا ثلاثة دنانیر قال هل ترك شیئا قالوا لا قال صلوا علی صاحبکم قال ابو قتادة صل علیه یا رسول الله و علی دینه فصلی علیه (بخاری)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا اور لوگوں نے درخواست کی کہ آپ جنازہ پڑھا دیجئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا میت کے ذمہ کچھ قرض ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ نہیں تو آپ ﷺ نے اُس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر ایک اور جنازہ لایا گیا۔

آپ نے پوچھا کیا اس کے ذمہ قرض ہے۔ کہا گیا کہ جی ہاں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا اس نے کچھ ترکہ چھوڑا ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ تین دینار چھوڑے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ بھی پڑھائی۔ پھر تیسرا جنازہ لایا گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا اس کے ذمہ قرض ہے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ اس کے ذمہ تین دینار ہیں۔ آپ نے پوچھا کیا اس نے کچھ ترکہ چھوڑا ہے لوگوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے ساتھی کا جنازہ خود پڑھ لو۔ اس پر ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ ان کا قرضہ میں اپنے ذمہ لیتا ہوں آپ جنازہ پڑھا دیجئے۔ اس پر آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

2- عن ابی قتادة قال رجل یا رسول الله ارایت ان قتلت فی سبیل الله صابرا محتسبا مقبلا غیر مدبر یکفر الله عنی خطایای فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم نعم فلما ادبر ناداه فقال نعم الا الدین کذلك قال جبریل (مسلم)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اگر میں اللہ کی راہ میں اس طرح قتل کیا جاؤں کہ صبر کرتا ہوں اور ثواب کی امید رکھتا ہوں اور آگے بڑھتا ہوں پیٹھ نہیں پھیرتا تو کیا اللہ میری خطائیں معاف کردے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔ جب وہ شخص واپس مڑا تو آپ نے اُسے پکارا اور فرمایا کہ ہاں مگر قرض کو معاف نہ کرے گا، اِسی طرح جبریل علیہ السلام نے بتایا۔

3- عن عبدالله بن عمرو ان رسول الله صلی الله علیه وسمل قال یغفر للشهید کل ذنب الا الدین (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شہید کے لیے ہر گناہ معاف کردیا جائے گا سوائے قرض کے۔

4- عن ابی هریرة قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم نفس المومن معلقة بدینه حتی یقضی عنه (شافعی، احمد و ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کی روح اُس پر قرض کی وجہ سے معلق رہتی ہے (اور جنت میں داخل نہیں ہوتی) یہاں تک کہ اُس کی طرف سے قرض ادا کردیا جائے (خواہ بیت المال سے یا میت کے کسی رشتہ دار کی جانب سے یا میت کی نیکیاں دے کر یا قرض خواہوں کی

برائیاں اس کے سرڈال کر)۔

5- عن البراء بن عازب قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم صاحب الدین ماسور بدینه یشکو الی ربه الوحدة یوم القیامة (شرح السنة)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرضدار اپنے ذمہ قرض کی وجہ سے قید (تنہائی) میں ہوگا اور قیامت کے دن اپنے رب سے قید تنہائی کی شکایت کرے گا۔

6- عن ابی موسیٰ عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال ان اعظم الذنوب عند اللّٰہ ان یلقاہ بها عبدا بعد الکبائر التی نهی الله عنها ان یموت رجل و علیه دین لا یدع له قضاء (احمد و ابوداؤد)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا کہ کبیرہ گناہ جن سے اللہ نے منع کیا ہے اُن کے بعد اللہ کے نزدیک جو سب سے بڑا گناہ بندہ لے کر اُس سے ملے گا یہ ہے کہ وہ اِس حال میں مرے کہ اِس کے ذمہ قرض ہو اور اِس کی ادائیگی کے لیے کچھ نہ چھوڑا ہو۔

7- عن محمد بن عبدالله بن جحش قال کنا جلوسا بفناء المسجد...... و رسول الله صلی الله علیه وسلم جالس بین ظهرینا فرفع رسول الله صلی الله بصره قبل السماء فنظر ثم طاطا بصره و وضع یده علی جبهته قال سبحان الله سبحان الله ماذا نزل من التشدید قال فسکتنا یومنا و لیلتنا فلم نرالا خیرا حتی اصبحنا قال محمد فسالت رسول الله صلی الله علیه وسلم ما التشدید الذی نزل قال فی الدین والذی نفس محمد بیده لو ان رجلا قتل فی سبیل الله ثم عاش ثم قتل فی سبیل الله ثم عاش ثم قتل فی سبیل الله ثم عاش و علیه دین مادخل الجنة حتی یقضی دینه (احمد)

حضرت محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم مسجد کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے......اور رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ آپ نے اپنی نظر آسمان کی طرف اُٹھائی اور دیکھا۔ پھر آپ نے اپنی نظر جھکالی اور اپنا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھا اور فرمایا سبحان اللہ! سبحان اللہ! کیا ہی سختی نازل ہوئی۔ کہتے ہیں کہ ہم ایک دن رات خاموش رہے لیکن ہم نے سوائے بھلائی کے کچھ (اور مصیبت نازل ہوتے) نہ

دیکھی۔ محمد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ وہ کیا سختی نازل ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ قرض کے بارے میں تھی۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے اگر کوئی شخص اللہ کے راستے میں قتل کیا جائے پھر زندہ ہو پھر (دوبارہ) اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے پھر زندہ ہو جائے پھر (تیسری مرتبہ) اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے پھر دوبارہ (قیامت کے دن) زندہ ہو اور اُس کے ذمہ قرض ہو تو جب تک اُس کا قرضہ ادا نہ کیا جائے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔

البتہ تین طرح کے لوگ ہیں جن کے قرض اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنی رحمت سے خود اُتار دیں گے۔

8- روی ابن ماجه مرفوعا ان الدائن یقتص یوم القیامة الا من تدین فی ثلاث خلال ای خصال رجل تضعف قوته فی سبیل الله فیستدین لیتقوی به علی عدوه و رجل یموت عنده المسلم فلا یجد مایجهزه الا الدین و رجل خاف علی نفسه فینکح خشیة علی دینه فان الله تعالیٰ یقضی عن هولاء یوم القیامة (مرقاة المفاتیح ص 104 ج 6)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن قرض خواہ کو پورا پورا بدلہ دلایا جائے گا مگر اُن لوگوں سے جنہوں نے تین وجہوں سے قرض لیا ہو۔ ایک وہ شخص جس کی اللہ کی راہ میں قوت کمزور ہوگئی ہو (مثلاً ہتھیار ضائع ہوگیا ہو) اور وہ قرض لے تاکہ (ہتھیار خرید کر) دشمن پر اپنی قوت کو بڑھائے۔ دُوسرا وہ شخص جس کے سامنے کسی مسلمان کی موت ہوگئی ہو اور قرض لیے بغیر وہ اِس کی تجہیز و تکفین نہ کر سکتا ہو اور تیسرا وہ شخص جو اپنے اُوپر زنا میں مبتلا ہونے کا خوف رکھتا ہو تو وہ اپنے دین کو بچانے کے لیے قرض لے کر نکاح کرلے۔ یہ لوگ ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اِن کی طرف سے قرض کی ادائیگی خود کریں گے۔

اسی حدیث کے مضمون کی وجہ سے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

ثم قیل الدائن الذی یحبس عن الجنة حتی یقع القصاص هو الذی صرف مااستدانه فی سفه او سفر و اما من استدان فی حق واجب کفاقة و لم یترك وفاء فان الله تعالیٰ لا یحسبه عن الجنة ان شاء الله تعالیٰ لان السلطان کان علیه ان یؤدی عنه فاذا لم یؤد عنه یقض الله عنه بارضاء خصمائه.

پھر کہا گیا ہے کہ قرضدار جس کو حساب برابر کرنے تک جنت میں داخل میں داخلہ سے روک دیا جائے گا یہ وہ ہوگا جس نے لئے ہوئے قرض کو حماقت یا اسراف میں خرچ کیا ہو۔ رہا وہ جس نے کسی واجب حق کی وجہ سے مثلاً فاقہ کی وجہ سے قرض لیا ہو پھر اس کی ادائیگی کے بقدر مال نہ چھوڑا ہو تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت پر داخلہ سے نہ روکیں گے کیونکہ ایسی صورت میں پہلے تو حکمران کے ذمہ آتا ہے کہ وہ بیت المال سے اس کا قرضہ ادا کرے اور جب اس نے ادا نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادا کریں گے اس طرح سے کہ اس کے قرض خواہوں کو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے کچھ دے کر راضی کرلیں گے۔

یہاں یہ بات زیادہ غور طلب نہیں کہ ماذون غلام اور کمپنی کے ڈائریکٹر جو قرض حاصل کرتے ہیں ان کو کوئی سخت مجبوری تو کیا عام مجبوری بھی نہیں ہوتی۔

تیسری نظیر : مضارب اور رَبُّ المال

مولانا لکھتے ہیں :

''جب تک رب المال مضارب کو دوسروں سے قرض لینے کی اجازت نہ دے مضاربت میں بھی رب المال کی ذمہ داری اس کے سرمائے تک محدود ہوتی ہے چنانچہ اگر رب المال نے مضارب کو سرمایہ دیا اور مزید قرض لینے کی اجازت نہیں دی پھر کاروبار کے نتیجہ میں مضارب پر دیون واجب ہوگئے تو ایسی صورت میں رب المال کا زیادہ سے زیادہ اس کے سرمائے کی حد تک نقصان ہوگا اس سے زیادہ کا رب المال سے مطالبہ نہیں ہوگا بلکہ اس سے زیادہ کا ذمہ دار مضارب ہوگا کیونکہ اس نے رب المال کی اجازت کے بغیر قرضے لیے ہیں اس لیے وہی ان کا ذمہ دار ہے۔ ایسے ہی شیئر ہولڈر جو خود عمل نہ کر رہا ہے تو اس کی ذمہ داری کے محدود ہونے کی شرط مضاربت کے اصول پر صحیح معلوم ہوتی ہے۔

البتہ یہاں یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ تقریباً تمام کمپنیوں کے پراسپکٹس میں یہ بات درج ہوتی

ہے کہ کمپنی ضرورت کے مواقع پر بنکوں وغیرہ سے قرض لے سکے گی اور اور جو لوگ کمپنی کے شیئر ہولڈرز بنتے ہیں ان کو یہ بات معلوم ہوتی ہے لہٰذا جب وہ پراسپکٹس کو دیکھ کر کمپنی کے حصہ دار بنتے ہیں تو ان کی طرف سے گویا معنوی اجازت ہے کہ کاروبار کے لیے قرض لیا جا سکتا ہے اور جب رب المال مضارب کو قرض کی اجازت دے دے تو اس کی ذمہ داری محدود نہیں رہتی۔

لیکن اس شبہ کا یہ جواب ہو سکتا ہے کہ پراسپکٹس ہی میں یہ بات بھی درج ہوتی ہے کہ شیئر ہولڈرز کی ذمہ داری محدود ہوگی جس کا مطلب یہ ہوا کہ حصہ داروں کی طرف سے کمپنی کو قرض لینے کی اجازت اس شرط کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہم پر ان قرضوں کی ذمہ داری لگائے ہوئے سرمائے سے زیادہ نہ ہو۔ لہٰذا اس کی صحیح نظیر یہ ہے کہ رب المال مضارب کو اس شرط کے ساتھ قرض لینے کی اجازت دے کہ اس کی ذمہ داری وہ خود برداشت کرے۔" (اسلام اور جدید معیشت و تجارت ص 82)

ہم کہتے ہیں کہ مولانا کا یہ پورا کلام تین اعتبار سے محلِ نظر ہے :

1- مولانا مدظلہ نے یہاں دین اور قرض کو خلط کر دیا۔ مضاربت مطلق ہو تو مضارب کو قرض لینے کا اختیار نہیں ہوتا جب تک رب المال خود اس کی مستقل طور پر اجازت نہ دیدے جبکہ مضارب کو نقد یا اُدھار مال خریدنے اور فروخت کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ مال اُدھار خریدنے سے دیون واجب ہوتے ہیں۔ مضارب نے رب المال کی اجازت کے بغیر قرض لیے ہوں تو ان کی ذمہ داری تو مضارب پر ہوگی لیکن دیون کی ذمہ داری تو رب المال پر ہوگی۔ مثلاً رب المال نے مضارب کو ایک لاکھ روپیہ دیا۔ مضارب نے پچاس ہزار کا سامان ادھار خریدا۔ پھر کسی قدرتی آفت سے یہ سارا مال اور نقدی ہلاک ہوگئی تو رب المال مزید پچاس ہزار کا ضامن ہوگا۔

1- ویملك المضارب فی المطلقة التی لم تقید...... البیع ولو فاسدا بنقد و نسیئة متعارفة (در مختار ص 540 ,470)

ولا یملك الاقراض والا ستدانة و ان قیل له ذلك ای اعمل برایك لانهما لیسا من

صنیع التجار فلم یدخلا فی التعمیم ما لم ینص المالک علیھما فیملکھما (درمختار ص 541 ج 4)

(قولہ والاستدانۃ) کما اذا اشتری سلعۃ بثمن دین و لیس عندہ من مال المضاربۃ شئی من جنس ذلک الثمن. فلو کان عندہ من جنسہ کان شراء علی المضاربۃ ولم یکن من الاستدانۃ فی شئی (رد المختار ص 541 ج 4)

2- مولانا مدظلہ کا یہ آخری جملہ کہ ''رب المال مضارب کو اس شرط کے ساتھ قرض لینے کی اجازت دے کہ اس کی ذمہ داری وہ خود برداشت کرے'' اگر اس سے مراد مطلق قرض ہے خواہ کتنی ہی مقدار کا ہو تو اس شرط کو لگانا ہی فضول ہے کیونکہ مضاربت مطلق ہو تب بھی مضارب کو قرض لینے دین کا اختیار نہیں ہوتا۔ یہ اختیار اسی وقت ملتا ہے جب رب المال خود اس کی مستقل طور پر اجازت دے دے۔

3- اور اگر مولانا مدظلہ کی مراد ہے کہ سرمائے کی حد تک رب المال مضارب کو قرض لینے کی اجازت دیتا ہے زیادہ کی نہیں جیسا کہ یہ بات مولانا کے اس جملہ سے عیاں ہے کہ ''حصہ داران کی طرف سے کمپنی کو قرض لینے کی اجازت اس شرط کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہم پر ان قرضوں کی ذمہ داری لگائے ہوئے سرمایے سے زیادہ نہ ہو۔'' تب بھی یہ بے بات کی بات ہے کیونکہ رب المال مضارب کو ایک لاکھ روپے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تمہیں قرض لینے کی اجازت ہے لیکن مجھ پر تمہارے لئے ہوئے قرض کا ذمہ میرے لگائے ہوئے سرمائے سے زیادہ نہ ہوگا۔ مضارب اس مشروط اجازت پر کسی سے دس ہزار روپے قرض لیتا ہے اور کل ایک لاکھ دس ہزار کا سامان خریدتا ہے۔ پھر کسی قدرتی آفت سے سارا مال ہلاک ہو جاتا ہے۔ اب مضارب رب المال کو کہتا ہے کہ تم نے سرمائے کی حد تک قرض لینے کی اجازت دی تھی اور میں نے صرف دس ہزار کا قرض لیا ہے۔ لہٰذا تم اس قرض کے دینے کے ذمہ دار ہو۔ اور یہ صورت دس ہزار روپے تو کیا صرف دس روپے کے قرض میں بھی جاری ہوتی ہے۔

غرض قرض میں محدود ذمہ داری کی صورت صرف یہ ہے کہ رب المال مضارب کو قرض لینے کی اجازت سرے ہی سے نہ دے تا کہ نہ تو رب المال پر قرض کی ذمہ داری آئے۔ اور نہ ہی اس کو قرض کا فائدہ حاصل ہو جو اس طرح ہوتا ہے کہ مضارب قرض کی رقم بھی تجارت میں لگاتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ نفع زیادہ

ہوتا ہے۔

اِسی طرح کمپنی کے شیئر ہولڈرز کی قرض میں ذمہ داری صرف اِسی صورت میں محدود ہوگی جب اِن کی طرف سے ڈائریکٹران کو قرض لینے کی اجازت مطلقاً نہ ہو ورنہ اِس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ وہ قرض کے منافع تو کسی حد کے بغیر لینا چاہتے ہیں جبکہ قرض کی ذمہ داریوں کو اپنے اوپر محدود بلکہ مسدود رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ بات الغرم بالغنم کے ضابطہ کے خلاف ہے۔

II- مولانا عثمانی مدظلہ کی تجویز کہ محدود ذمہ داری صرف پبلک کمپنیوں تک رہے :

So, the concept could be restricted, to the public companies only who issue their shares to the general public and the number of whose shareholders is so large that each one of them cannot be held responsible for the day- to- day affairs of the business and for the debts exceeding the assets.

As for the private companies or the partnerships, the concept of limited laibility should not be applied to them, because, practically, each one of their shareholders and partners can easily acquire knowledge of the day-to-day affairs of the business and should be held responsible for all its liabilities.

There may be an exception for the sleeping partners or the shareholders of a private company who do not take part in the business practically and their liability may be limited as per agreement between the partners.

If the sleeping partners have a limited liability under this

agreement, it means, in terms of Islamic jurisprudence, that they have not allowed the working partners to incur debts exceeding the value of the assets of the business. In this case, if the debts of the business increase from the specified limit, it will be the sole responsibility of the working partners who have exceeded the limit. (Meezan Bank's guide to Islamic Banking p 231, 232)

''لہٰذا یہ تصور صرف پبلک کمپنیوں تک محدود رکھا جاسکتا ہے جو اپنے حصص پبلک کے لیے جاری کرتی ہیں اور جن کے حاملین حصص اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کو روزمرہ کے تجارتی معاملات اور اثاثوں سے زائد قرضہ جات کا ذمہ دار نہیں بنایا جاسکتا۔ جہاں تک پرائیویٹ کمپنی یا شراکت کا تعلق ہے تو ان میں محدود ذمہ داری نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اِن کا ہر حامل حصص یا ہر شریک روزمرہ کے تجارتی معاملات پر واقف ہوسکتا ہے اور اس لئے وہ اس کی تمام ادائیگیوں کا ذمہ دار بن سکتا ہے۔ البتہ پرائیویٹ کمپنی کے غیر عمیل شریک (Sleeping Partner) یا حامل حصص جو تجارت میں عملاً شریک نہیں ہیں ان کی ذمہ داری محدود ہوسکتی ہے۔

اگر شرکاء کے مابین سمجھوتے کے تحت غیر عمیل شریک کو محدود ذمہ داری حاصل ہو تو فقہی اعتبار سے یوں سمجھا جائے گا کہ انہوں نے عمیل شرکاء کو اثاثہ جات سے زیادہ قرض لینے کی اجازت نہیں دی۔ اس صورت میں اگر کاروباری قرض اثاثہ جات کی مالیت سے تجاوز کر جائیں تو ان کی ذمہ داری محض عمیل پر ہوگی''۔

ہم کہتے ہیں کہ مولانا تقی عثمانی مدظلہ کی اِس عبارت میں بھی چند باتیں محلِ نظر ہیں :

1- مولانا نے پہلے تو یہ لکھا کہ ''پرائیویٹ کمپنی اور شراکت میں محدود ذمہ داری نہیں ہونی چاہیے'' اور اِس کی وجہ یہ بتائی کہ ''ان کا ہر حامل حصص یا ہر شریک کاروبار کے روزمرہ معاملات پر واقف ہوسکتا ہے اور

اس لیے وہ اس کی تمام ادائیگیوں کا ذمہ دار بن سکتا ہے۔''

خط کشیدہ الفاظ یعنی ''ہر حامل حصص یا ہر شریک'' میں عموم کی وجہ سے غیر عمیل شریک بھی داخل ہے اور ہر وہ حامل حصص بھی جو تجارت میں عملاً شریک نہیں۔

لیکن دُوسرے ہی لمحے مولانا یہ لکھتے ہیں : ''البتہ پرائیویٹ کمپنی کے غیر عمیل شریک یا حامل حصص جو تجارت میں عملاً شریک نہیں ہیں اُن کی ذمہ داری محدود ہوسکتی ہے۔''

2- مولانا مدظلہ کی اِس بات کو بھی تسلیم کرلیا جائے کہ پرائیویٹ کمپنی کے عمیل شرکاء جو تجارت میں عملاً شریک ہیں اور روزمرہ کے کاروباری معاملات اور کمپنی کے اثاثوں اور قرضہ جات کی تفصیل سے واقف ہوتے ہیں اور نہیں تو ہوسکتے ہیں ان کی ذمہ داری محدود نہیں ہونی چاہیے تو پھر یہی بات ہم پبلک کمپنی کے ڈائریکٹران کے بارے میں بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ روزمرہ کے کاروباری معاملات سے واقف ہوتے ہیں اور تمام اثاثوں اور قرضہ جات کی تفصیل ان کے سامنے ہوتی ہے کیونکہ وہ خود ہی سب کچھ کر رہے ہوتے ہیں لہٰذا ان کی ذمہ داری بھی محدود نہیں ہونی چاہیے۔

علاوہ ازیں خود مولانا مضارب اور رب المال کی نظیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

> '' لیکن یہاں شرعی نقطہ نظر سے اصل اشکال یہ ہے کہ مضاربت میں رب المال کی ذمہ داری تو محدود ہوتی ہے مگر مضارب کی ذمہ داری محدود نہیں ہوتی۔ لہٰذا دائنین رب المال کے سرمائے میں زائد دیون مضارب سے وصول کرسکتے ہیں چنانچہ دائنین کا ذمہ خراب نہیں ہوتا۔'' (اسلام اور جدید معیشت وتجارت ص 82)

غرض مولانا مدظلہ کی خود کی بتائی ہوئی مضاربت کی نظیر کو دیکھیں یا اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ پبلک کمپنی کے ڈائریکٹران تمام امور سے نہ صرف واقف ہوتے ہیں بلکہ خود متصرف بھی ہوتے ہیں۔ مولانا مدظلہ کے پاس پبلک کمپنی کے ڈائریکٹر اور پرائیویٹ کمپنی کے ڈائریکٹر کے درمیان فرق کرنے کی کوئی ٹھوس وجہ نہیں ہے اور وہ جواب میں صرف اتنا کہتے ہیں کہ :

> ''لیکن کمپنی کے ڈائریکٹران کی ذمہ داری بھی محدود ہے اور خود کمپنی جو شخص قانونی ہے اِس کی ذمہ داری بھی محدود ہے۔''

حالانکہ غور کرنے کا مقام یہی تو ہے کہ جب ڈائریکٹران کے ذمہ داری ہونے کے تمام اسباب موجود ہیں تو پھر غیر شرعی ملکی قانونی نے ان کو کیوں نظر انداز کیا اور ایک فرضی شخص کا سہارا لے کر ان کو مالی تحفظ کیوں فراہم کیا اور کیا شریعت اس کی تائید یا تصویب کرتی ہے۔

III- کمپنی کی محدود ذمہ داری کے حق میں دی گئی مولانا عثمانی کی ایک اور دلیل اور اُسکا جواب :

مولانا تقی عثمانی مدظلہ لکھتے ہیں :

''خصوصاً جبکہ کمپنی کے ساتھ معاملہ کرنے والا یہ دیکھ کر معاملہ کرتا ہے کہ یہ کمپنی لمیٹڈ ہے میرا حق صرف اثاثوں کی حد تک محدود ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ لمیٹڈ کمپنی کے ساتھ لمیٹڈ لکھنا ضروری ہوتا ہے۔ پھر کمپنی کی بیلنس شیٹ بھی شائع ہوتی رہتی ہے۔ قرض دینے والا بیلنس شیٹ کے ذریعے سے کمپنی کا مالی استحکام دیکھ کر قرض دیتا ہے۔ غرضیکہ جو شخص بھی لمیٹڈ کمپنی سے معاملہ کرتا ہے وہ علی بصیرۃ کرتا ہے۔ اس میں کسی قسم کا دھوکہ یا فراڈ نہیں ہوتا۔'' (اسلام اور جدید معیشت وتجارت ص 83)

مولانا مدظلہ کی بات کا جواب یہ ہے کہ اِسلام میں دین وقرض کی ذمہ داری سے سبکدوشی کے صرف دو ہی طریقے ہیں، یا تو مقروض کی جانب سے ادائیگی یا قرض دہندہ ودائن کی جانب سے معافی۔

الدین الصحیح هو فی التنویر وغیره مالا یسقط الا بالاداء او الابراء (شرح المجله ص 24 ,37)

اَب جب شریعت قرض ودین سے سبکدوشی کے صرف دو ہی طریقے بتاتی ہے اور ان کے نہ ہوتے ہوئے قرض ودین کی ذمہ داری کو قیامت تک باقی بتاتی ہے اور قرض لینے کی کوئی مجبوری بھی نہیں ہے تو محدود ذمہ داری صرف سرمایہ دارانہ ذہنیت کا تحفظ ہے تو اِس کا کیسے اعتبار کیا جا سکتا ہے۔

علاوہ ازیں اِس میں دو باتیں اور بھی ہیں :

1- جیسے ہم نے مثال دے کر بتایا تھا کہ نقصان کسی قدرتی آفت سے اچانک بھی ہوسکتا ہے۔ لہٰذا کمپنی کے مالی استحکام کو دیکھ کر دین کا معاملہ کرنے کے باوجود دائن کو نقصان اٹھانے کی نوبت آسکتی ہے جس کے لئے وہ ذہنی طور پر تیار نہ ہو۔ (باقی صفحہ ۴۹)

لیے کہ لوگ اِن کے ذریعہ (جنگل و دریا میں) راستہ معلوم کرسکیں۔ جس شخص نے اِن (ستاروں) میں کوئی اور غرض بیان کی تو اُس نے خطا کی اور اپنا حصّہ ضائع کیا اور اُس چیز کا تکلف کیا جس کو وہ نہیں جانتا (یعنی اُس چیز کے جاننے کا دعوٰی کیا جس کا اُس کو کوئی علم نہیں)۔

ف : حدیثِ پاک میں اپنا حصّہ ضائع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اُس نے اپنے آپ کو اِس طرح لایعنی اور بے کار اُمور میں مبتلا کیا جن کا کوئی فائدہ نہ دُنیا میں حاصل ہوتا ہے نہ آخرت میں، اِس طرح اُس نے گویا اپنی عمرعزیز کا قیمتی حصّہ ضائع کیا۔

بقیہ : کمپنیوں کی محدود ذمہ داری کی شرعی حیثیت

2- کمپنی کو قرض عام طور سے بینکوں اور مالی اداروں سے ملتے ہیں جو کمپنی سے بھی بڑھ کر سرمایہ دارانہ ذہنیت رکھتے ہیں۔ وہ رہن و گروی کے بغیر تو قرض دیتے ہی نہیں۔ کمپنی کے مالی خسارہ یا خستہ حالات کے باوجود اگر وہ مالیاتی ادارے رہن کی اصل مالیت سے کہیں بڑھ کر قرض دیتے ہیں تو ایسا ان کے ملازمین کی کمپنی کے ساتھ ملی بھگت سے ہی ہوسکتا ہے۔

3- کمپنی کی مالی حالت کچھ کمزور دیکھ کر بھی اگر کوئی اس کے ساتھ دین کا معاملہ کرتا ہے تو دین کی وصولی کی توقع پر کرتا ہے۔ خواہ اصالۃً یا تحلیل شدہ کمپنی کے اثاثوں سے۔ معافی کی نوبت تو اس کے بعد آتی ہے اور کمپنی کو قانونی طور پر جو محدود ذمہ داری حاصل ہے اس کی بنیاد پر اس کی طرف معافی طلب کرنے کو منسوب بھی نہیں کیا جاسکتا اور جب کمپنی کی جانب سے معافی کی طلب نہیں ہے تو دائن کی طرف بھی معاف کرنے کو مقدر نہیں مانا جاسکتا۔ لہٰذا مولانا مدظلہ کا یہ فرمانا کہ ''جو شخص بھی لمیٹڈ کمپنی سے معاملہ کرتا ہے وہ علی بصیرۃ کرتا ہے اس میں کسی قسم کا دھوکہ یا فراڈ نہیں ہوتا'' حقیقت سے بہت دُور ہے۔ **و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین.**